ایک ساتھ موجود ہے۔ یہ خاکے انھوں نے امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، جانشین امیرِ شریعت سید ابوذر بخاری، ملک عبدالغفور انوری (شعیب کے نانا اور امیرِ شریعت کے انتہائی قریبی ساتھی)، ارشد ملتانی، عاصی کرنالی، اسلم انصاری، امجد اسلام امجد، انور مسعود، والدہ محترمہ، حفیظ الرحمٰن خان، اطہر شاہ خان جیدی، ڈاکٹر انعام الحق جاوید اور خالد مسعود خان کے لکھے ہیں۔ شعیب اپنے بارے میں بار بار لکھنا پسند کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنے بارے میں ایک سے زائد بار لکھا ہے۔ مصنف کا اپنے بارے لکھنا آسان کام نہیں ہے لیکن شعیب اس میں کافی سہولت محسوس کرتے ہیں۔ ''حکایاتِ چوں چناں'' کا آخری خاکہ ''نہ خود بیں نے خدا بیں'' ہے۔ یہ مصنف نے اپنے بارے میں لکھا ہے:

> ''میرا سب سے مختصر تعارف یہی ہے کہ میرا نام شعیب ودود ہے۔ ناموں میں کیا رکھا ہے۔ کاموں کا ذکر ہو جائے۔ کام بھی بہت محدود۔ بس یہ کہ دردمندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا، یوں کوئی آدم خاکی ''شعیب محدود'' بھی کہہ کر پکارے تو مجھے ہرگز برا ماننے کی ضرورت نہیں۔''

اب آخر میں عطاء الحق قاسمی کی رائے جس کی اہمیت کتاب پڑھ چکنے پر اور بڑھ جاتی ہے کہ:

> ''شعیب ودود خود پر ہنسنے کا ہنر بھی جانتا ہے اور جو شخص ایسا کرسکتا ہو وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا۔ میں اسے ''حکایاتِ چوں چناں'' جیسی کامیاب تخلیق پر مبارک باد دیتا ہوں۔''

(تبصرہ: جاوید اختر بھٹی)

● **چودھری افضل حق اور ان کی تصنیف ''زندگی'' (سوانح اور فکری وفنی مطالعہ)**　　مصنف: ڈاکٹر اسلم انصاری

ضخامت: ۲۸۰ صفحات　　قیمت: ۲۷۵ روپے　　ناشر: دارالکتاب، کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

ملنے کا پتا: بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

''زندگی'' ایک انوکھی کہانی ہے۔ دلچسپ اور مربوط۔ لچکیلی ڈالیوں جیسی جھومتی لہراتی نثر میں لکھی گئی کہانی۔ الہڑ تشبیہوں اور البیلے استعاروں کے سات پردوں میں چھپی ایک کتھا ___ جو منظر در منظر طلوع ہوتی ہے۔ یوں جیسے کوئی کنّیا، کوئی روپ وتی اپنا گھونگھٹ اُٹھاتی ہے...... دھیرے دھیرے...... تو اس کی سندرتا کی روشنی ہر طرف پھیلتی ہی چلی جاتی ہے۔ ''زندگی'' کے مصنف کے قلم میں کچھ ایسی ظالم پھبن تھی کہ یہ روپ وتی اُسے دل دے بیٹھی۔ افضل حق کا قلم ایک مہان لیکھک کا قلم تھا۔ انھوں نے حکایت وافسانہ اور قصہ وداستان کے سارے رنگ اور سارے طلسم اس کتھا کنّیا کی جھولی میں ڈال دیے۔ تب ایک ایسی کہانی وجود میں آئی، جس نے اردو ادب میں ہمیشہ کی زندگی پائی۔

جناب اسلم انصاری نے اسی ''زندگی'' کی کہانی لکھی ہے۔ کہانی کی کہانی۔ داستان کی داستان۔ اردو فکشن کے کلاسیکی سرمائے کی تفہیمِ نو اور تحسینِ نو، آج کی زبان میں اور آج کے عہد میں کیونکر ممکن ہے؟ جناب اسلم انصاری کی یہ کتاب، اسی سوال کا ایک جواب اور اسی طلب کی ایک تکمیل ہے۔ انصاری صاحب کی یہ تحریر بھی، ہمیشہ کی طرح نہایت عالمانہ، نہایت استادانہ اور نہایت پُرلطف ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ ان کی گفتگو سے مہنتائی کی بو تک نہیں آتی۔ ہمارے عہد کے ادبی مہنت، لکھتوں کی ایسی جانچ پرکھ پر قادر ہی کب ہوئے؟ ایسے نقادوں اور محققوں کے دور میں، کہ جو جانچتے کم اور ہانکتے زیادہ ہیں، جناب اسلم انصاری کا وجود بلاشبہ مغتنمات میں سے ہے۔ (تبصرہ: ذوالکفل بخاری)